نظام مصطفیٰ ﷺ اور انسداد جرائم

بنیادی عناصر ”تربیت ‘عدل اور سزا“

تحریر: مولانا صدیق ہزاروی

نظام شریعت یا نظام مصطفیٰ اسلام کا وہ جامع اور عادلانہ نظام حکومت ہے جو قیام امن کا باعث اور جرائم کے خاتمہ کا ضامن ہے۔ اس پر قرآن وحدیث کے دلائل اور اسلامی تاریخ کے مبنی بر صداقت واقعات شاہد عدل ہیں لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ جب بھی مملکت خداداد پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی بات ہوتی ہے تو ایک طبقہ اس پاکیزہ نظام کے خلاف ایک طوفان بد تمیزی کھڑا کر دیتا ہے اور اسلامی نظام حکومت کو محض سزاؤں کا نظام قرار دے کر سادہ لوح مسلمانوں کو اس بابرکت نظام سے متنفر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ یہ طبقہ جرائم کی خرابیوں سے صرف نظر کرتا ہے اور شپرہ چشم بن جاتا ہے اور ان کی خامیوں کو حسن وجمال کا لباس پہناتا ہے جبکہ جرائم کے خاتمہ کیلئے اسلام کی تجویز کردہ سزاؤں کو جو ایک پرامن معاشرہ کے قیام میں مدد ومعاون ثابت ہوتی ہیں ظلم و ستم اور نہ معلوم کن کن القابات سے نوازا جاتا ہے۔

حقیقت تو یہ کہ اسلامی نظام کا مقصد سزائیں دینا نہیں بلکہ جرائم کا قلع قمع کرنا اور معاشرے کو انتشار‘ دہشت گردی اور خوف وہراس کی فضا سے پاک کرنا ہے۔ معروف مذہبی سکالر عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں:

”ان الشریعة الا سلامیة اعتبرت بعض الافعال جرائم وعاقبت علیها لحفظ مصالح الجماعة ولصیانة النظام الذی تقوم علیه الجماعة ولضمان بقاء الجماعة قویة متضامنة متخلقة بالاخلاق الفاضلة والله الذی شرع هذا الا حکام وامربها لا تضره معصیة عاص ولو عصاه اصل الارض جمیعا ولا تنفعه طاعة مطیع ولواطاعه اهل الارض جمیعا ولکنه کتب علی نفسه الرحمة ولم یرسل الرسل الارحمة للعالمین لاستنقاذهم من الجهالة وارشادهم من الضلالة ولکفهم من المعاصی وبعثهم علی الطاعة(۱)

شریعت اسلامیہ نے بعض کاموں کو جرم قرار دے کر ان پر سزائیں مقرر کی ہیں تاکہ (مسلمانوں کے)اجتماعی مصالح کی حفاظت ہو اور وہ نظام جو جماعت کے قیام کا باعث ہے محفوظ رہے اور جماعت کو اپنی مضبوطی 'اتصال اور اچھے اخلاق سے موصوف ہونے کی ضمانت حاصل ہو اللہ تعالی جس نے ان احکام کو شریعت کا درجہ دیا اور ان کا حکم دیا اسے کسی گناہ گار کا گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگرچہ زمین پر رہنے والے تمام لوگ اس کی نافرمانی کریں اور کسی عبادت گزاری کی عبادت کا فائدہ بھی اسے نہیں پہنچتا اگرچہ تمام اہل زمین اس کے فرمانبردار ہو جائیں لیکن اس نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت کو لازم کیا ہے اور جن رسل عظام کو بھیجا ان کو بھی تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو جہالت سے دور رکھیں گمراہی سے ہدایات کی طرف بلائیں گناہوں سے باز رکھیں اور فرمانبرداری کی ترغیب دیں۔

جرائم پر سزا صرف اسلامی نظام میں ہی نہیں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین بھی جرم پر سزا کو ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جب تک مجرم کو سزا نہ دی جائے معاشرتی امن وسکون کا حصول ناممکن ہے چنانچہ اس سلسلے میں عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں :

"وتتفق الشريعة الاسلامية مع القوانين الوضعية في ان الغرض من تقرير الجرائم والعقاب عليها هو حفظ مصالحة الجماعة وصيانة نظامها وضمان بقائها"(۲)

اور اسلامی شریعت اور موجودہ انسانی قوانین دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ جرائم کو جرائم قرار دیتے ہوئے ان پر سزا دینا اجتماعی مصالح کی حفاظت اجتماعی نظام کو محفوظ رکھنا اور قوم وملت کے بقاء کی ضمانت ہے۔ اسلام نے جرائم کے خاتمہ کیلئے بنیادی طور پر تین طریقے اختیار کئے ہیں :

(۱) اخلاقی تربیت (۲) عدل وانصاف کا قیام اور (۳) سزائیں

اخلاقی تربیت

نظام مصطفی ﷺ کی بنیادی اینٹ اخلاقی تربیت ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو اس بات کا درس دیتا ہے کہ جرائم کا ارتکاب ایمانی تقاضے کے خلاف ہے۔ لہذا ایک مسلمان کی حیثیت سے تمہارا یہ فرض ہے کہ تم جرائم کی وادی میں قدم نہ رکھو۔ دوسروں کی عزت جان اور مال کو اپنی عزت جان اور مال کی طرح سمجھو۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

المسلم اخوالمسلم لا يظلمه ولا يظمله ولا يحقره التقوى ههنا ويشير الى صدره ثلاث مراة بحسب امرء من الشران يحقر اخاه المسلم كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه(۳)

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر جانتا ہے آپ نے تین مرتبہ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقوی یہاں (دل میں) ہے کسی انسان کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے پر حرام ہے۔

اخلاق عالیہ سے انصاف اور معاشرے کے دوسرے افراد سے حسن سلوک کو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی بنیاد قرار دیا گیا۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی قرادا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم آپ ﷺ کے وضو کا پانی اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ایسا کر رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے یا اللہ تعالی اور اس کے رسول اس سے محبت کریں تو وہ بات کرتے وقت سچ بولے اس کے پاس امانت رکھی جائے تو ادا کرے اور اپنے دوست احباب اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرے۔(۴) اس سلسلے میں ایک اور حدیث نبوی ﷺ ملاحظہ فرمائیے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مومن ولا یسرق السارق حین یسرق وهو مومن ولا یشرب الخمر حین یشربها وهو مومن ولا ینتهب نهبة یرفع الناس الیه فیها ابصارهم حین ینتهبها وهو مومن ولا یغل احدکم حین یغل وهومومن فایاکم فایاکم(۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور کسی کی کوئی چیز جب اچکتا ہے اور لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جب خیانت کرتا ہے تو مومن نہی ہوتا بس تم بچو، پس تم بچو۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ عملی خرابی چاہے گناہ کبیرہ کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی وجہ سے آدمی ایمان سے محروم نہیں ہوتا لہذا چور، زانی، شرابی، اچکا اور خائن ان جرائم کے باوجود مومن ہی

رہتے ہیں، لیکن اس کے باوجود حدیث شریف میں ان لوگوں کے ایمان کی نفی کی گئی اور اس نفی کو ان اعمال سے معلق کیا گیا یعنی جب وہ یہ کام کرتا ہے تو مومن نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس بات سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن ان جرائم کے قریب نہ بھٹکے۔

اختصار کے پیش نظر ہم نے صرف تین احادیث پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ایک ایسا راستہ بتایا کہ اس کو اپنانے کے بعد جرم کا تصور بھی باقی نہیں رہتا اور سزا تو جرم کے بعد ہوتی ہے۔ مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دے کر قتل چوری الزم تراشی اور زناکاری سے روکا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا تقاضا بتایا کہ سچ بولے، خیانت نہ کرے اور جن لوگوں کے ساتھ قرب ہو رشتہ داری کا، دوستی کا، سفر کا پڑوس کا ان سے حسن سلوک کرے اور پھر ایمان کا تقاضا بتایا کہ اگر تم مومن ہو تو چوری شراب نوشی قتل دوسروں کا مال چھیننے اور خیانت سے باز رہنا ہوگا۔

خدا لگتی بات تو یہ ہے کہ اگر افراد معاشرہ کی تربیت کی جائے اور عدل وانصاف کا نظام قائم ہو جائے تو صرف تربیت وترغیب سے ہی جرائم کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ دلوں میں خوف پیدا کرنے اور اخلاق حسنہ سے آگاہی کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ٹھوس نظام قائم کیا جائے۔ تبلیغ دین کو عام کیا جائے۔ فرقہ وارانہ تقاریر پر سختی سے پابندی لگائی جائے اور نشر واشاعت کے تمام اداروں کو تبلیغ دین کیلئے بھرپور کردار ادا کرنے کا پابند بنایا جائے۔ یہی نہیں بلکہ منکرات وفواحش کا قلع قمع بھی ضروری ہے۔ اخبارات میں چھپنے والی حیاباختہ تصاویر اور ٹی وی پر بے حیائی کی دعوت دینے والے مناظر پر قانوناً پابندی لگائی جائے۔

اُخروی سزا

جرائم کے خاتمہ کیلئے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے اخلاقی تربیت کے بعد جو دوسرا قدم اٹھایا وہ اُخری سزا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت پر عقیدے کو اسلامی عقائد میں شامل کر کے اہل ایمان کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ "انسان جو کچھ بوتا ہے وہی کچھ کاٹتا ہے" کے مطابق یوم جزا وسزا پر ایمان، خلاف عقل نہیں بلکہ خود تاریخ میں مکافات عمل کی بے شمار مثالیں اس بات کی گواہ ہیں کہ بالاخر انسان اپنے کئے کی سزا پاتا ہے اور اچھے اعمال کا انعام بھی حاصل کرتا ہے۔ یوم آخرت پر ایمان کا یہی مطلب ہے۔

اس سے پہلے کہ اخروی سزا کا فلسفہ بیان کیا جائے مختلف سزاؤں سے متعلق قرآنی آیات جو دنیوی اور اخروی دونوں سزاؤں کی خبر دیتی ہیں، درج کی جاتی ہیں۔ جان بوجھ کر قتل کرنیوالے کی دنیوی سزا کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا :

یاایها الذین امنواکتب علیکم القصاص فی القتلی(٦)

(اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص فرض کیا گیا)

اور اس کی اخروی سزا کا یوں ذکر فرمایا :

ومن یقتل مؤمناً متعمدا فجزائه جهنم خالدافیهاوغضب الله علیه ولعنه واعدله عذاباً عظیما(٧)

(اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور لعنت ہے اور (اللہ تعالیٰ نے) اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔

ڈاکوؤں اور لٹیروں کے بارے میں دونوں سزاؤں کا ذکر کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا :

انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبو او تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم(٨)

(بیشک ان لوگوں کی سزا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں ان کو قتل کیا جائے یا ان کو سولی پر چڑھایا جائے یا انہیں ملک بدر کر دیا جائے یہ دنیوی ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔)

بے حیائی پھیلانے والوں کی دنیوی اور اخروی سزا کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے :

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوالهم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة(٩)

(بے شک وہ لوگ جو ایمان والوں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں عذاب ہے)

زنا کی سزا جو دنیا میں دی جاتی ہے اس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے :

الزانیة والزانی فاجلدواکل واحد منهما مائة جلد(١٠)

(زانیہ (عورت) اور زانی (مرد) میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو (بشرطیکہ غیر محصن ہوں ورنہ رجم کی .

سزا ہے)

اور اخروی سزا کا یوں ذکر فرمایا:

والذین لا یدعون مع اللہ الها آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاما یضاعف له العذاب یوم القیامة ویخلد فیه مهانا(۱۱)

(اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو معبود نہیں مانتے اور نہ کسی جان کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ جس کا قتل حرام ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسا کرے وہ گناہ گار ہے اس کے لئے قیامت کے دن دوگنا عذاب ہوگا اور وہ اس میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔)

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کسی شخص کو دنیا میں سزا مل جائے یا دنیوی سزا سے بچ جائے تو کیا پھر بھی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوگا؟ تو اس کا جواب خود قرآن پاک میں دیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

الا من تاب وامن وعمل عملاً صالحا فاولئک یبدل اللہ سیئاتهم حسنات وکان اللہ غفورا رحیما(۱۲)

(مگر جو شخص توبہ کرلے اور (اب) اچھے اعمال کرے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے)

مطلب یہ ہے کہ توبہ اور آئندہ کے لئے اس گناہ سے باز رہنے کی وجہ سے وہ آخروی عذاب سے بچ جاتا ہے۔ دنیوی اور اخروی دونوں سزاؤں کے سلسلے میں صرف چند جرائم سے متعلق آیات قرآنیہ پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہوئے ہم اس بات کی طرف آتے ہیں کہ جب دنیوی سزا مقرر کردی گئی تو اخروی سزا کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ ایک جرم کی دو سزائیں مقرر کرنے کی آخر کیا وجہ ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اُخروی سزا مقرر کرنے کا بنیادی مقصد بھی گناہوں سے باز رکھنا ہی ہے اور ان سزاؤں کا ذکر مسلمانوں کو یہ بات سوچنے پر مجبور کردیتا ہے کہ اگر ہم سفارش، رشوت یا کسی دوسرے غیر قانونی، غیر اخلاقی ہتھکنڈے کی وجہ سے دنیوی سزا سے بچ بھی جائیں تو قیامت کے دن اس جرم کی سزا ضرور بھگتنا ہوگی تو یہ بات سوچ کر آدمی گناہ سے باز رہتا ہے بلکہ اگر اس کا کوئی نادان دوست اس کی پشت پناہی کرتے ہوئے اسے کسی جرم پر مجبور بھی کرتا ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ آج تو تم مجھے چھڑالو گے لیکن

کل قیامت کے دن مجھے سزا سے کون بچائے گا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ تعلیم و تربیت اور آخرت کا خوف دونوں باتیں جرائم کے انسداد میں بنیادی کردار کی حامل ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بات بھی پیش نظر رکھنا ہوگی کہ جب چوری' ڈکیتی' قتل' زنا' الزام تراشی وغیرہ تمام جرائم کی دنیوی سزائیں قرآن و سنت میں بیان کر دی گئیں تو گویا سزاؤں کا یہ بیان خود جرائم کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

حدود اور شبہات

جب تربیت اور خوف آخرت بھی مجرم کا ہاتھ نہ روک سکے اور وہ جرم کا مرتکب ہو تو بھی کوشش کی جاتی ہے کہ اسے سزا دینے کی بجائے توبہ کا راستہ دکھایا جائے اور اصلاح کا موقع دیا جائے اس لئے شریعت اسلامیہ میں جرم کے ثبوت کیلئے نہایت مشکل راستہ اختیار کیا گیا اور حدود کو ساقط کرنے کے لئے شبہات کی دیوار کھڑی کر دی گئی یعنی جن سزاؤں کو حدود کہا گیا اور وہ شرعی طور پر مقرر ہیں حاکم کی صوابدید پر موقوف نہیں ہیں۔ مثلاً زنا' شراب نوشی' سرقہ اور قذف وغیرہ یا قصاص ہے تو ان جرائم کا قطعی ثبوت ضروری ہے جہاں بھی شبہ پیدا ہو گا حد ساقط ہو جائے گی۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

ادرء واالحدود عن المسلمین مااستطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الا مام ان یخطئی فی العفو خیر من ان یخطئی فی العقوبة(۱۳)

(جس قدر ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو پس اگر اس کے لئے (بچنے کا) کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ امام (حکمران) کا معاف کرنے میں غلطی کرنا' سزا دینے میں غلطی کرنے سے بہتر ہے)

یہی وجہ ہے کہ حدود و قصاص کے ثبوت میں شبہات کی گنجائش نہیں ہے چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ عورت قاضی بن سکتی ہے لیکن حدود و قصاص میں اس کی قضا جائز نہیں ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے :

ویجوز قضاء المراۃ فی کل شی الا فی الحدود والقصاص اعتبارا بشهادتها فیهما(۱۴)

(اور عورت کا قاضی بننا جائز ہے لیکن وہ حدود و قصاص میں فیصلہ نہیں کر سکتی کیونکہ اس کی گواہی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ چونکہ قاضی بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص گواہی دینے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو اور چونکہ حدود و قصاص میں عورت کی گواہی قبول نہیں ہوتی اس لئے حدود و قصاص میں وہ قاضی بھی نہیں بن سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی شہادت میں بدل اور نیابت کا شبہ ہے اور شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ اس لئے حدود و قصاص میں عورت کی گواہی قبول نہیں ہے۔

ہدایہ میں ہے :

ولا يقبل فيها (اى فى الزنا) شهادة النساء لحديث الزهرى رضى الله عنه مضت السنة من لدن رسول الله ﷺ والخليفتين من بعده ان لاشهادة النساء فى الحدود والقصاص ولان فيها شبهة البدلية القيامها مقام شهادة الرجال فلا تقبل فيما يدرء بالشبهات(١٥)

(اور (زنا میں) عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جاتی کیونکہ امام زہری کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور پہلے دو خلفاء (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ حدود و قصاص میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہوگی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس گواہی میں بدل ہونے کا شبہ ہے کیونکہ یہ مردوں کی گواہی کی جگہ پر رکھی گئی ہے لہذا جو سزائیں شبہات سے ساقط ہوتی ہیں ان میں (عورتوں کی گواہی) قبول نہیں ہوگی۔

علاوہ ازیں فقہاء کرام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ اگر مدعی' شہادت کا مطالبہ کرے تو گواہوں پر لازم ہے کہ وہ گواہی دیں لیکن حدود میں گواہ کو اختیار ہے کہ وہ گناہ پر پردہ ڈالے یا گواہی دے بلکہ اس کو چھپانا افضل ہے۔ مختصر القدوری اور اس کی شرح ہدایہ میں ہے :

الشهادة فرض تلزم الشهود ولا يسعهم كتمانها اذا طالبهم المدعى' والشهادة فى الحدود يخير فيها الشاهد بين الستر والاظهار لانه بين حسبتين اقامة الحدود والتوقى عن الهتک والستر افضل لقوله عليه السلام للذى شهد عنده لوسترته بثوبک لکان خيرالک(١٦)

(شہادت فرض ہے جو گواہوں پر لازم ہے اور ان کے لئے گواہی چھپانے کی گنجائش نہیں جب مدعی ان سے مطالبہ کرے (لیکن) حدود میں گواہی کے سلسلے میں گواہ کو جرم کے اظہار یا جرم پر پردہ ڈالنے کا اختیار ہے کیونکہ حدود کا قیام اور مسلمان کی عزت کو توڑنے سے بچنا دونوں اچھے کام ہیں لیکن پردہ ڈالنا افضل ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے جس نے (زنا کی) گواہی دی تھی فرمایا اگر تم اس پر پردہ ڈالتے

تو تمہارے لئے بہتر تھا۔

گواہوں کی تعدیل اور جرح بھی نفاذ حدود کے سلسلے میں رکاوٹ ہے اور اگر مجرم خود اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے تو اس پر بھی جرح کی جاتی ہے اور ممکن ہے کہ وہ اپنے اعتراف سے باز رہ کر سزا سے بچ جائے۔ مضمون کی تنگ دامانی کے پیش نظر اختصار سے کچھ فقہی حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔ امام قدوری فرماتے ہیں :

واذاشهدوا يسائلهم الامام عن الزناء ماهوا واين زنى ومتى زنى وبمن زنى(۱۷)

(اور جب (چار گواہ) گواہی دے دیں تو امام (قاضی) ان سے زنا کے بارے میں سوال کرے زنا کیا ہوتا ہے اس نے کہاں کب اور کس سے یہ حرکت کی۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں :

لان النبی ﷺ استفسر ماعزاعن الكيفية وعن المزنية ولان الاحتياط فى ذلك واجب لانه عساه غير الفعل فى الفرج عناه او زنى فى دارالحرب او فى التقادم من الزمان اوكانت له شبهة لا يعرفها هوولا الشهود(۱۸)

(کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ماعز سے زنا کی کیفیت اور اس عورت کے بارے میں سوال کیا جس سے زنا ہوا۔ نیز اس میں احتیاط ہے کیونکہ ممکن ہے اس کی مراد کچھ اور ہو یا دار الحرب میں زنا کیا ہو یا اسے شبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہو جس کی اسے اور گواہوں کو پہچان نہ ہو۔

اس کے بعد قاضی ان گواہوں کے عدل کے بارے میں تحقیق کرے چنانچہ مختصر قدوری اور ہدایہ میں ہے :

فعدلوا فى السر والعلانية حكم بشهادتهم ولم يكتف بظاهر العدالة فى الحدود احتيالا للدرء قال عليه السلام ادرئوالحدود ما استطعتم خلاف سائر الحقوق عندابى حنيفة(۱۹)

پس گواہ کا عدل پوشیدہ اور علانیہ معلوم کیا جائے تو قاضی ان کی شہادت پر فیصلہ کرے اور محض ان کی ظاہری عدالت (فاسق نہ ہونا عدل ہے) پر اکتفانہ کرے یعنی حد کو ساقط کرنے کے لئے یہ حیلہ کرے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس قدر ہو سکے حدود کو دور کرو جب کہ باقی حقوق کا معاملہ دوسرا ہے یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔

یعنی دیگر حقوق میں گواہ کا ظاہری طور پر فاسق نہ ہونا ہی کافی ہے خفیہ طور پر اس کے عدل کی

تحقیق ضروری نہیں ہے۔ جس طرح گواہوں سے یہ سوال کئے جاتے ہیں اگر جرم، مجرم کے اقرار سے ثابت ہو تو اس سے بھی یہ سوالات کئے جائیں تاکہ حد کے نفاذ میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

ہماری اس تمام گفتگو کا مقصد یہ بتانا نہیں ہے کہ اسلامی نظام میں جرم کی سزا نہیں دی جاتی بلکہ مقصود اس بات کی وضاحت ہے کہ سزا کا مقصد جرائم کی روک تھام ہے اس لئے حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے کہ سزا نافذ نہ ہو اور مجرم محض توبہ کے ذریعے اپنی اصلاح کر لے۔

عدل وانصاف کا قیام

جرائم کے انسداد میں عدل کا قیام کلیدی کردار ادا کرتا ہے کیونکہ قیام عدل کا مطلب یہی ہے کہ جب جرم ثابت ہو جائے تو یہ نہ دیکھا جائے کہ مجرم کون ہے؟ بلکہ اس کے جرم کو سزا کا سبب سمجھتے ہوئے بلا امتیاز حد نافذ کی جائے۔

اس طریق کار کو اختیار کرنے سے جرائم کا خاتمہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب ایک کمزور شخص یہ دیکھتا ہے کہ سزا سے بڑے سے بڑے خاندان کا کوئی فرد بھی بچ نہیں سکتا تو مجھے کس طرح چھوٹ مل سکتی ہے تو اس طرح وہ جرم سے باز رہتا ہے عام طور پر جرائم کی بھرمار صرف اس لئے ہوتی ہے کہ مجرم سزا سے بچ جاتا ہے اس سلسلے میں قرآن وحدیث سے واضح راہنمائی ملتی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

واذا قلتم فاعدلوا ولوكان ذاقربى (۲۰)

(اور جب بات کرو (فیصلہ کرو) تو انصاف سے کام لو اگرچہ قریبی رشتہ دار ہوں۔

اسی طرح نفاذ حدود میں کسی قسم کی رورعایت برتنے اور نرمی وشفقت سے کام لینے سے بھی منع فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تاخذكم بهما راء فة في دين الله ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الاخر (۲۱)

(اور تم ان دونوں (زانی مرد و عورت) کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں نرمی سے کام نہ لو اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

حدود کے نفاذ کو مؤثر بنا کر جرائم کے قلع قمع کے لئے سفارش کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی (بظاہر) معزز اور طاقتور سزا سے بچ جائے اور عدل وانصاف کا تقاضا پورا نہ ہونے کی وجہ سے اسلام کا نظام حدود بے کار ہو کر رہ جائے۔ چنانچہ جب قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو

اس کے قبیلے والوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارش کے لئے بارگاہ نبوی میں بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کرتے ہو پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کر دیتے۔ قسم بخدا! اگر فاطمہ رضی اللہ عنھا بنت محمد ﷺ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں (۲۲)

عدل و انصاف کی اس سے عمدہ مثال کیا ہو سکتی ہے کہ چوری کرنے والی عورت معزز خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ سفارش کرنے والے رسول اکرم ﷺ کے محبوب صحابی ہیں لیکن یہ سب کچھ مجرم کو سزا سے بچا نہیں سکتا بلکہ آپ نے نسلوں پر واضح کر دیا کہ چاہے کتنا بڑا انسان کیوں نہ ہو اس سے رشتہ داری اور تعلق بھی نفاذ حدود کے سلسلے میں عدل و انصاف کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتے بلکہ اسلام نے تو غیر مسلموں سے بھی انصاف برتنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وان حکمت فاحکم بینھم بالعدل (۲۳)

(اور اگر آپ ان (غیر مسلموں) کے درمیان بھی فیصلہ کریں تو انصاف سے فیصلہ کریں)

اور اس بات سے بھی خبر دار کیا گیا کہ کسی کی خواہش کے مطابق فیصلہ نہ ہو بلکہ جس کے تم نائب اور خلیفہ ہو اس کے احکام کو روبہ عمل لاؤ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو حاکم اعلیٰ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوائھم عما جاء ک من الحق (۲۴)

(پس آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو للہ تعالیٰ نے اتارا اور آپ کے پاس جو حق آیا ہے اسے چھوڑ کر لوگوں کی خواہشات پر نہ چلیں۔

اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ قرآن پاک بھی وحی الٰہی ہے اور حدیث بھی وحی خداوندی ہے قرآن وحی جلی ہے اور حدیث وحی خفی ہے۔ لہذا احدیث شریف اور سنت بھی ''انزل اللہ'' میں داخل ہے اور یہ آیت اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ سپریم لاء قرآن و سنت ہی ہوگا انسانی ذہن کا ساختہ قانون جب قرآن و سنت سے ٹکرائے گا تو وہ خوہشات قرار پائے گا اور اسے ترک کرنا ہوگا اور جب وہ قرآن و سنت سے مستنبط ہوگا تو وہ اسلامی ضابطہ ہی ہوگا جیسے فقہاء اسلام کی فقہی کاوش قرآن و سنت سے مستنبط ہے۔

انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جہاں قرآن و سنت کو سپریم لاء تسلیم کرنا

ضروری ہے وہاں منصب عدالت پر فائز ہو کر فیصلہ کرنے والی شخصیات کے دامن کا پاک وصاف ہونا بھی ضروری ہے چنانچہ حدیث شریف میں عہدہ قضاء طلب کرنے کی ممانعت آئی ہے البتہ جب قوم کو ضرورت ہو اور کوئی دوسرا مناسب شخص نہ ہو تو طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ضروری ہے حدیث شریف میں ہے :

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا :امارت (حکومت وولایت) کا سوال نہ کر بس اگر تجھے مانگنے پر یہ (عہدہ) ملے گا تو تو اس کے حوالے کر دیا جائے گا اور طلب کے بغیر ملے گا تو تیری مدد کی جائے گی۔(۲۵)

نبی اکرم ﷺ کا حکومت یا طلب قضاء سے منع کرنا اس مقصد کے تحت ہے کہ کہیں اس میں لالچ شامل نہ ہو جائے اور جب قاضی لالچی یا حریص ہو گا تو رشوت کو فروغ ملے گا اور عدل وانصاف کی دھجیاں اڑیں گی اگرچہ صحابہ کرام رضی عنہم تو پاکیزہ شخصیات تھیں ان کے دلوں میں اس قسم کا تصور پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن آنے والی نسلوں کے پیش نظر آپ ﷺ نے پیش بندی فرمائی۔

صحیح اور انصاف پر مبنی فیصلے کے لئے اسلام نے قاضی پر کئی پابندیاں لگائی ہیں تاکہ فیصلے میں کسی قسم کا شبہ بھی پیدا نہ ہو۔ مثلاً قاضی فریقین میں سے کسی کی مہمان نوازی نہ کرے، مجلس میں فریقین کو برابر جگہ دے، غصے، اکتاہٹ، بھوک اور پیاس کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔ اپنے علم کی بجائے دلائل کی بنیاد پر فیصلہ کرے، دیانت دار، ثقہ، نیک کردار اور مجتہد ہو، قاضی کا ایک سیکرٹری ہو جو راشی نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔(۲۶) چونکہ اسلامی سزاؤں اور حدود کا مقصد کسی کو سزا دینا نہیں بلکہ دوسروں کو جرائم سے روکنا ہے اس لئے نظام مصطفےٰ میں اس بات کو بھی لازم قرار دیا گیا کہ جب مجرم کو سزا دی جائے تو وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہو جو اس عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ارشاد خداوندی ہے :

و ليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين(۲۷)

(اور چاہیے کہ ان دونوں (زانی اور زانیہ) کی سزا کو مومنوں کی ایک جماعت مشاہدہ کرے)

خلاصہ کلام یہ بات واضح ہے کہ طبائع انسانی مختلف ہیں۔ بعض لوگ ترغیب و تبلیغ کی زبان سمجھتے ہیں اور خوف خدا کے پیش نظر گناہوں سے باز رہتے ہیں جبکہ بعض لوگوں کے لئے یہ طریقہ کارگر نہیں ہوتا اور اگر ان کو جرم پر سزا بھی نہ دی جائے تو معاشرے میں انارکی پھیلتی ہے۔ اس لئے اسلام نے سزا کا نظام قائم فرمایا اور ہر معاشرے میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ سزا خود مجرم اور دوسروں کو عبرت دلانے اور جرائم سے باز رہنے کے لئے دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نظام مصطفےٰ کو سمجھنے اور وطن عزیز میں نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

حوالہ جات

۱۔ التشریع الجنائی(عبد القادر عوده)جلد أول'ص:٦٩۔٧٠
۲۔ ایضاً
۳۔ مشکواۃ شریف 'ص:٤٢٢ باب ! الشفقة والرحمة علی الخلق
٤۔ ایضاًص'ص:١٧' باب الکبائر وعلامات المنافق
٦۔ قرآن مجیدسورہ بقرہ:١٧٨
٧۔ قرآن مجیدسورہ نساء:٩٣
٨۔ قرآن مجیدسورہ مائدہ:٣٣
٩۔ قرآن مجیدسورہ نور:١٩
١٠۔ قرآن مجیدسورہ نور:٢
١١۔ قرآن مجیدسورہ الفرقان:٦٨۔٧٠
١٢۔ ایضاً
١٣۔ مشکواۃ شریف 'کتاب الحدود'ص:٣١١
١٤۔ ہدایہ ثالث'کتاب القاضی'ص:١٤١
١٥۔ ہدایہ ثالث کتاب الشهادة ص:١٥٤
١٦۔ ایضاً
١٧۔ ہدایہ ثانی کتاب الحدود ص:٤٨٧
١٨۔ ایضاً
١٩۔ ایضاً
٢٠۔ قرآن مجیدسورہ النساء:١٥٢
٢١۔ قرآن مجیدسورہ نور:٢
٢٢۔ مشکواۃ شریف ص:٣١٤ باب الشفاعتة فی الحدود
٢٣۔ قرآن مجیدسورہ مائدہ:٤٢
٢٤۔ قرآن مجیدسورہ مائدہ:٤٨
٢٥۔ مشکواۃ ص:٣٢٠'کتاب الامارة واقضاء
۲۶۔ تفصیل کے لئے المبسوط لامام السرخسی ادب القاضی دیکھیں
۲۷۔ قرآن مجید سورہ نور : ۲